قرآن حکیم سے
ہمارے حجاب کے اسباب

رمضان المبارک کی ۲۷ویں شب ' قرآن اکیڈمی لاہور میں
محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب

اَحمدہٗ و اُصَلِّیْ علٰی رسولہِ الکریم —— امابعد :
فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم ۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

﴿ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ○ ﴾ (حٰمٓ السجدة : ۵)

﴿ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ○ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ○ ﴾ (بنی اسرائیل : ۴۵-۴۶)

تلاوتِ آیات اور ادعیۂ ماثورہ کے بعد فرمایا :

آج میں خاص طور پر اس مسئلے پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ ہم پر قرآن مجید کی تاثیر نہیں؟ قرآن مجید کی آیاتِ بینات سن کر ہمارے دلوں پر اثر کیوں نہیں ہوتا؟ کیا ہمارے اور قرآن مجید کے مابین کوئی حجاب حائل ہے؟ سورۂ "فُصِّلَتْ" (حٰمٓ السجدة) میں کفارِ مکہ کا قول نقل ہوا ہے : ﴿ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ ﴾ "اور انہوں نے (اللہ کے رسول ﷺ سے) کہا : (اے محمد ﷺ) ہمارے دل پردوں اور غلافوں میں بند ہیں ' اُن چیزوں کے اعتبار سے جن کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں"۔ ﴿ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ ﴾ "اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے" یعنی آپ کی بات ہمارے کانوں میں اُترتی نہیں۔ ﴿ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ ﴾ "اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ حائل ہے"۔ ﴿ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴾ "پس تم جو چاہو کرلو ہم اپنی سی کوشش کر رہے ہیں"۔ مطلب یہ ہے کہ تمہاری بات کامیاب نہیں ہوگی۔

خود اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا : ﴿ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴾ "(اے نبی!) جب آپ قرآن پڑھ کر سناتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ایک غیر مرئی پردہ حائل کر دیتے ہیں" ﴿ وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ﴾ "اور ان کے دلوں کے اُوپر پردے حائل کر دیتے ہیں کہ اسے سمجھ نہ پائیں اور ان کے کانوں کے اندر ثقل اور بوجھ پیدا کر دیتے ہیں"۔

ہمارے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ کہیں آج اُمّتِ مسلمہ ان آیات کی مصداق تو نہیں بن گئی ہے (معاذ اللہ) کیونکہ قرآن مجید کی اثر انگیزی کے بارے میں تو کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ متعدد واقعات ایسے ہیں کہ کئی لوگ وفد کی صورت میں حضور ﷺ کے پاس آئے' اس وفد کو جب قرآن سنایا گیا تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہہ گئیں۔ قرآن مجید کی تاثیر کا یہ عالم سورۃ المائدہ میں یوں بیان ہوا ہے : ﴿ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ○ ﴾ (آیت ۸۳) اسی طرح کا ایک وفد حبشہ سے آیا تھا' اس کا تذکرہ سورۃ القصص میں موجود ہے ﴿ وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ ﴾ (آیت ۵۳) "اور جب ان پر (قرآن کی آیات) تلاوت کی گئیں تو وہ کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے کہ یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے"۔ جنّات کے بارے میں بھی قرآن مجید میں وارد ہوا ہے کہ وہ ایک مرتبہ قرآن سن کر ایمان لے آئے : ﴿ ..... اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ○ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ﴾ (سورۃ الجن : ۱-۲) صرف یہی نہیں کہ ایمان لائے بلکہ قرآن کے داعی اور مبلغ بھی بن گئے اور اپنی قوم سے کہا ﴿ یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ.... ﴾ (الاحقاف : ۳۱) "اے ہماری قوم! اللہ کی طرف پکارنے والے کی پکار پر لبیک کہو اور اس پر ایمان لاؤ..."۔

قرآن کے پس منظر میں جانے کے اسباب

ایک طرف قرآن کی تاثیر کا یہ عالم ہے اور دوسری طرف ہم ہیں کہ قرآن سے کوئی اثر قبول نہیں کرتے۔ اس کا سبب کیا ہے؟ اس موضوع پر چھ صفحات پر مشتمل ایک مختصر مگر جامع مضمون میری کتاب "دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر" میں شامل

ہے۔ اس میں مَیں نے یہ بات بیان کی ہے کہ اسلام جب ایک تحریک کے دَور میں تھا' اُس وقت تحریک کو دعوت' جہاد اور قتال کے مراحل درپیش تھے' ابھی ریاست کی شکل نہیں بنی تھی' اس لئے اس مرحلے میں زیادہ زور ایمان اور قرآن پر تھا۔ لیکن جب اسلام نے ریاست کی شکل اختیار کرلی اور اسلامی حکومت قائم ہو گئی تو اب قانون اور اسلام کی اہمیت زیادہ ہو گئی۔ چنانچہ ایک Natural shift of emphasis ہوا ہے' کیونکہ دعوت اور تحریک کے دور میں ترجیحات کچھ اور ہوتی ہیں اور جب ایک اسلامی ریاست وجود میں آجاتی ہے تو تقاضے بدل جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ریاست کا ایک حدودِ اربعہ ہوتا ہے' دفاع ہوتا ہے' قانون ہوتا ہے' یہ طے کرنا ہوتا ہے کہ کون مسلمان ہے کون نہیں ہے' کس کے کیا حقوق ہیں؟ شہریت کے کیا لوازم ہیں؟ ان مسائل پر توجہ کے باعث یہ بالکل قدرتی امر تھا کہ قرآن خود بخود ایک درجہ پس منظر میں چلا گیا۔ ہم نے پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم کا ایک مضمون بھی شائع کیا تھا جس میں انہوں نے قرآن مجید کے پس منظر میں جانے کے بہت سے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی بیان کیا ہے کہ ہمارے ہاں بادشاہوں' جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے شعوری طور پر کوشش کی ہے کہ قوم کی توجہ قرآن سے ہٹ جائے۔ اس لئے کہ قرآن تو ان کی مذمت کرتا ہے اور مُستضعفین کی حمایت کرتا ہے۔ مثلاً سورۃ الھمزۃ میں ارشاد ہوا: ﴿ اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ○ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ○ كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ○ ﴾ (آیات ۱ تا ۴) "جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ ہرگز نہیں وہ شخص تو چکنا چور کر دینے والی (جہنم) میں پھینک دیا جائے گا" ـــــ اس لئے انہوں نے چاہا کہ لوگ صرف قرآن کی تلاوت کرلیا کریں' سمجھا نہ کریں' سمجھیں گے تو ہماری تصویر سامنے آجائے گی' ہمارے خلاف ردِّ عمل پیدا ہو گا اور لوگ ہمارے خلاف کھڑے ہو جائیں گے۔ لہٰذا قرآن کو پس منظر میں جانے دو' بلکہ اس کو بالفعل پس منظر میں لے جانے کی کوشش کرو اور لوگوں کی توجہ کسی اور شے پر لگا دو' انہیں تصوف کے راستے پر لگا دو' کسی علمی جِدّ و جُہد میں لگا دو' لیکن قرآن سے دُور رکھو۔ اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے' جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ

((حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَائَيْنِ' اَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ فِيكُمْ' وَاَمَّا الْآخَرُ لَوْ بَثَثْتُهُ لَقُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ))

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو برتن بھر لئے تھے' ایک برتن میں سے تو میں نے تمہارے مابین خوب علم تقسیم کر دیا (عام کر دیا' تمہیں پڑھا دیا' سکھا دیا) لیکن اگر میں دوسرے برتن کے علم کو عام کروں تو میری یہ گردن اڑا دی جائے گی"۔

اسلام کا ایک علم عبادات کا علم ہے۔ یعنی وضو کا علم' طہارت کا علم' وضو کیسے کیا جاتا ہے' نواقضِ وضو کیا ہیں' غسل کی حاجت کب ہوتی ہے' غسل کی شرائط کیا ہیں' غسل کے لوازم کیا ہیں' فرائض کیا ہیں؟ پھر نمازوں کے قواعد و ضوابط کیا ہیں' کونسا پانی پاک اور کونسا ناپاک ہوتا ہے؟ یہ عبادات کا علم آج بھی خوب عام کیا جاتا ہے۔ مثلاً سعودی عرب کے ٹیلی ویژن سے اس علم کے مسائل پر بڑے بڑے پروگرام چلتے رہتے ہیں۔ جبکہ علم کی ایک دوسری قسم یہ ہے کہ اسلامی ریاست کیسی ہوتی ہے' اسلام کا نظامِ حکومت کیسا ہوتا ہے' اسلام میں سرمایہ داری کا کیا مقام ہے' جاگیرداری کا بھی کوئی مقام ہے یا نہیں؟ کیا بیت المال بادشاہوں کی ذاتی جاگیر ہوتا ہے؟ حضرت ابوہریرہ ؓ کا اشارہ اس علم کی طرف ہے کہ اگر میں یہ بیان کروں گا تو اسے برداشت نہیں کیا جائے گا اور میری یہ گردن کاٹ دی جائے گی۔ گویا کہ ایک برتن کا علم کہیں بند رہ گیا ہے۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ ہماری حدیث کی کتابیں عبادات کے علم سے تو بھری پڑی ہیں' ان میں کتاب الطہارۃ' کتاب المیاہ' کتاب الصلاۃ' کتاب الصوم' کتاب الحج الغرض عبادات کے متعلق سارے معاملات موجود ہیں' لیکن دوسرے معاملات جس تفصیل سے ہونے چاہئیں اس تفصیل سے موجود نہیں۔ بعینہٖ اسی حوالے سے قرآن مجید کو بھی پیچھے دھکیلا گیا ہے۔

اب آیئے موجودہ حالات کی طرف کہ آج قرآن مجید کے پس منظر میں جانے کی صورت کیا ہے۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو قرآن کو سمجھتے نہیں' صرف ثواب حاصل کرنے کے لئے پڑھتے ہیں۔ عجمی لوگ اکثر و بیشتر تو وہی ہیں جو قرآن کو سمجھتے ہی نہیں اور اس کے لئے ان کے پاس سب سے بڑی دلیل "ثواب" کی ہے' اس لئے کہ ان کے ہاں وہ حدیثیں عام کر دی گئیں کہ ایک حرف پڑھو گے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ چنانچہ انہیں سمجھنے

سے سروکار نہیں ہے' کیونکہ ان کے نزدیک صرف پڑھنا اور تلاوت کرنا ہی اصل ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ "الم" کو ایک حرف نہ سمجھنا' "الف" ایک حرف ہے' "لام" ایک حرف ہے اور "میم" ایک حرف ہے۔ گویا تم نے ایک حرف پڑھا تو تیس نیکیاں تمہارے حساب میں درج ہو گئیں۔ حدیثِ نبوی' سر آنکھوں پر' مَیں اس حدیث کی نفی نہیں کرتا' لیکن اس طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے کہ آیاتِ قرآنی کو نہ سمجھنے سے کوئی debit (نقصان یا گناہ) بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ کریڈٹ (credit) تو ہم گنتے جا رہے ہیں کہ ہم نے اتنا ثواب حاصل کر لیا' ختم قرآن کر لیا۔ لوگ گنتی کرتے ہیں کہ ہم نے رمضان میں اور اعتکاف کے دوران اتنے قرآن ختم کر لئے۔ آپ ڈھیروں کریڈٹ تو جمع کر رہے ہیں' لیکن قرآن کو نہ سمجھنے کا کوئی debit بھی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس طرزِ عمل کی وجہ سے ساتھ ساتھ آپ کا کریڈٹ ختم ہو رہا ہو اور debit بڑھ رہا ہو۔ میں نے ۶۸ء میں جب "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" کے عنوان سے کتاب لکھی تھی جو کہ مسجد خضراء سمن آباد میں کی گئی تقریروں پر مبنی ہے' تو کچھ عرصے بعد ۱۹۷۰ء کا پورا رمضان المبارک میں نے مدینہ منورہ میں گزارا۔ آخری عشرے میں مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ وہاں مسجد نبوی میں اعتکاف کے لئے آ گئے۔ میں نے اپنا یہ کتابچہ ان کو دیا کہ مولانا صاحب! میں اس کو بڑے پیمانے پر عام کرنا چاہتا ہوں' آپ اس کو دیکھ لیجئے' کہیں اگر کوئی غلطی ہوئی ہے تو نشاندہی کر دیں تاکہ اس کی اصلاح ہو جائے۔ انہوں نے حالت اعتکاف میں وہ کتابچہ پڑھا اور ایک جگہ اصلاح کی۔ اس کتابچے میں مَیں نے قرآن مجید کے تیسرے حق "تذکر و تدبّر" کے ضمن میں لکھا تھا کہ جو لوگ اَن پڑھ رہ گئے ہوں اور اب عمر کے اس حصے میں ہوں کہ سیکھ بھی نہ سکتے ہوں وہ تو اگر صرف وضو کر کے بیٹھ جائیں اور قرآن کھول کر اس کی سطروں پر انگلی پھیرتے رہیں اور اپنی اس محرومی پر روتے رہیں کہ ہم نے قرآن نہیں سیکھا تو انہیں اس عمل کا بھی ثواب ملے گا ـــــ لیکن جنہوں نے بی اے اور ایم اے کیا ہو' پی ایچ ڈی کی ڈگری لی ہو اور کئی زبانیں سیکھی ہوں وہ اگر عربی نہ پڑھیں اور قرآن کو سمجھ کر نہ پڑھیں تو انہیں محض تلاوت کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ اس مقام پر انہوں نے یہ اصلاح تجویز کی کہ یوں نہیں بلکہ یوں کہیں کہ ہو سکتا ہے کہ ان کے اعراض عن القرآن یعنی قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنے کی سزا

تلاوتِ قرآن کے ثواب سے بڑھ جائے[۱] مولانا مرحوم کا مشورہ بہت عمدہ تھا۔ اس سے مضمون اور نکھر گیا۔ کیونکہ یہ اعراض ہی تو ہے کہ آپ نے ایم اے کیا' Ph.D. کی' فزکس اور کیمسٹری میں سپیشلائزیشن کیا' اتنے عرصے تک پڑھتے رہے لیکن اتنی عربی نہ سیکھ سکے کہ قرآن کو براہِ راست سمجھ سکیں۔ ایسے لوگوں کے پاس روزِ محشر کیا دلیل ہو گی' کیا عذر رہو گا؟ جیسے اقبال نے کہا ہے ؎

یہ گھڑی محشر کی ہے تُو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل اگر کوئی عمل دفتر میں ہے!

آپ تصور کریں کہ حشر کی گھڑی قائم ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھ رہا ہے کہ تم نے عربی کیوں نہیں سیکھی' قرآن کیوں نہیں سمجھا تو آپ کے پاس کیا جواب ہو گا؟۔ ظاہر ہے کوئی جواب نہیں ہو گا اور اس اعراض عن القرآن کی سزا کے طور پر سارا ثواب صاف ہو جائے گا اور گرفت بڑھتی چلی جائے گی۔

عجمی لوگوں کا معاملہ تو سمجھ میں آتا ہے کہ عربی نہ سیکھی لہٰذا قرآن سمجھ میں نہ آیا' لیکن آج عربوں کو کیا ہوا؟ قرآن تو ان کی زبان میں نازل ہوا ہے' ان پر قرآن کی تاثیر کیوں ظاہر نہیں ہو رہی؟ یہ وہ سوال ہے جس کے جواب سے مسئلہ آپ کے سامنے پوری طرح نکھر کر سامنے آ جائے گا۔ کیونکہ اگر قرآن اور ہمارے درمیان صرف عربی زبان کا

---

[۱] ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' کی اصل عبارت درج ذیل ہے:

''.....بغیر فہم و فراست کے مجرد تلاوت کا جواز ایسے لوگوں کیلئے تو ہے جو پڑھنے لکھنے سے بالکل محروم رہ گئے ہوں اور اب تعلیم کی عمر سے بھی گزر چکے ہوں۔ ایسے لوگ اگر ٹوٹے پھوٹے طریق پر تلاوت کر لیں تو بھی بہت غنیمت ہے اور اس کا ثواب انہیں ضرور ملے گا۔ بلکہ ایک ایسا اَن پڑھ شخص جو ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتا ہو اور اب اس کیلئے اس کا سیکھنا بھی ممکن نہ ہو وہ اگر اس یقین کے ساتھ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اسے کھول کر بیٹھتا ہے اور محبت و عقیدت اور احترام و تعظیم کے ساتھ اس کی سطور پر محض انگلی پھیرتا رہتا ہے تو اس کے لئے یہ عمل بھی یقیناً موجب ثواب و برکت ہو گا' لیکن پڑھے لکھے لوگ' جنہوں نے تعلیم پر زندگیوں کا اچھا بھلا عرصہ صرف کر دیا ہو اور دنیا کے بہت سے علوم و فنون حاصل کئے ہوں' مادری ہی نہیں غیر ملکی زبانیں بھی سیکھی ہوں' اگر قرآن مجید کو بغیر سمجھے پڑھیں تو عین ممکن ہے کہ وہ قرآن کی تحقیر و توہین اور تمسخر و استہزاء کے مجرم گردانے جائیں۔ اور اس اعراض عن القرآن کی سزا تلاوت کے ثواب سے بڑھ جائے.....''

حجاب ہے تو قرآن کی تاثیر آج عربوں پر کیوں نہیں ہے؟ ان پر اس کی تاثیر ہوتی تو آج وہاں اسلام کا نظامِ عدل و قسط قائم ہوتا' اسلام کا بول بالا ہوتا' لیکن ایسا نہیں ہے۔ آج مغربی تہذیب میں جتنے عرب غرق ہیں اتنے ہم بھی نہیں۔ شمالی افریقہ کے پورے ساحل پر دینی اور اخلاقی اعتبار سے بدترین قومیں آباد ہیں' جن کی زبان عربی ہے۔ الجزائر' تیونس اور لیبیا کے رہنے والوں کی زبان عربی ہے' لیکن ان پر قرآن کا کوئی اثر کیوں نہیں ہے۔ جس پر غور و خوض کی ضرورت ہے۔

مکّی قرآن سے ہمارے حجابات

پیش نظر مسئلے کا میں نے تجزیہ کیا تو پہلی بات یہ سامنے آئی کہ ہم قرآن کے ایک بڑے حصے کو اپنے حالات کے اعتبار سے غیر متعلق (Irrelevant) سمجھتے ہیں۔

پہلا حجاب :

ہم مکی قرآن پڑھتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ساری باتیں کفر اور کفار کی ہو رہی ہیں' جبکہ ہم مسلمان ہیں' بزعم خود پکے مؤمن ہیں' ہمارا اس سے کیا تعلق؟ کفر و شرک کی ساری بحثیں ہم غیر متعلق سمجھتے ہیں کہ یہ تو دیوی' دیوتاؤں کے شرک کی باتیں ہو رہی ہیں۔ لات و عزیٰ سے بھلا ہمارا کیا سروکار؟ ہم تو ان کے پوجنے والے نہیں۔ اس لئے یہ ساری بحثیں ہم سے غیر متعلق قرار پاتی ہیں۔ اسی طرح قصص النبیین ہمارے لئے پرانے قصوں کی حیثیت رکھتے ہیں' ان کے بارے میں ہمارا طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ بہت اچھے لوگ تھے' وہ نبی تھے' ہم غیر نبی ہیں۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ ہمارے لئے غیر متعلق ہے۔ انباء الرسل اس لئے غیر متعلقہ ہیں کہ اب کوئی رسول نہیں آئے گا۔ اس لئے کسی قوم پر عذابِ ہلاکت بھی نہیں آ سکتا' کیونکہ ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ "ہم عذاب نازل نہیں کرنے والے ہیں جب تک رسول نہ بھیجیں"۔ نہ اب رسول آئے گا' نہ عذاب آئے گا۔ چنانچہ یہ قصے بھی ہمارے نزدیک محض تاریخی حیثیت کے حامل ہیں' ان کا عملی طور پر کوئی تعلق ہم سے نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کہیں اخلاق کی بات آ گئی' سچ بولنے کی تاکید آ گئی' جھوٹ کی مذمت آ گئی تو ہم نے سمجھا کہ اس کا کوئی تعلق ہم سے ہے۔ ورنہ ہم سمجھتے ہیں کہ پورے مکی قرآن کا ہمارے ساتھ سرے سے کوئی تعلق نہیں۔

حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے۔

دوسرا حجاب:

ایمانیات کی بحث کو بھی ہم اپنے متعلق نہیں سمجھتے' حالانکہ ہمارے پاس حقیقی ایمان نہیں ہے' جو کچھ ہے وہ ایک موروثی عقیدہ (Racial Creed) ہے اور اس کے ساتھ یقین کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ صرف قانونی ایمان ہے' جو آج اکثریت کو حاصل ہے۔ لیکن قانونی ایمان کی آخرت میں کوئی حیثیت نہیں' وہاں حقیقی ایمان کے اعتبار سے پرکھا جائے گا۔ اس لئے مکی قرآن میں ایمان کی بحثیں سمجھنا بھی ضروری ہیں' جن میں ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کے دلائل دیئے گئے ہیں۔ لیکن ہمارا یہ زعم کہ ہم تو صاحب ایمان ہیں' ہمارے اور قرآن کی ان طویل بحثوں کے درمیان حجاب بن گیا ہے۔

تیسرا حجاب:

نزولِ قرآن کے وقت شرک کی جو صورتیں موجود تھیں' آج ان کے علاوہ بھی شرک کی بہت سی شکلیں ہیں جن میں ہم مبتلا ہیں' مثلاً سیاسی شرک۔ نفس پرستی کا شرک تو خود قرآن میں بیان ہوا ہے: ﴿ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوٰىهُ ﴾ "(اے نبی!) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشاتِ نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے؟" لیکن ہم خود کو شرک سے بالکلیہ بری سمجھتے ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کا سوادِ اعظم آج بھی اُسی دیوی دیوتاؤں اور بُت پرستی والے شرک قدیم میں مبتلا ہے۔ غور کیجئے یہ مزاروں پر کیا ہو رہا ہے؟ اس میں اور بت پرستی میں کیا فرق ہے؟ صرف ایک چیز کی کسر ہے کہ مورتی نہیں بنی ہوئی۔ اگر قومِ نوح نے اپنے اولیاء اللہ "ود' سواع' یغوث' یعوق' نسر" کے مجسمے تراش لئے تھے تو کیا یہ سب کچھ ہم اپنے اولیاء اللہ کے ساتھ نہیں کر رہے؟ ان سے "شَیْئًا لِلّٰہِ" کہہ کر مانگتے نہیں ہیں؟ ان سے یہ نہیں کہتے کہ "اَغِثْنِیْ" میری فریاد سنئے اور میری مدد کیجئے۔ کیا ہم نہیں سمجھتے کہ وہ ہمیں اللہ سے چھڑا لینے والے ہیں ﴿ ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَاللّٰہِ ﴾ کیا ہمارے عوام کی عظیم اکثریت اس توہماتی شرک میں مبتلا نہیں ہے؟ کیا ہمارے ایلیٹ کلاس کے لوگ' ٹاپ کلاس کے قائد داتا دربار پر حاضری نہیں دیتے؟ اس سے کس شرک کی تائید ہوتی ہے؟ کوئی مہم (campaign) شروع کرنی ہو تو

داتا دربار پر حاضری دیتے ہیں۔ کوئی فائل کھل گئی ہے تو داتا دربار پر چادر چڑھا رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں اُس زمانے کا جو شرک بیان ہوا ہے وہ شرک آج بھی ہمارے ہاں جوں کا توں موجود ہے۔

ایک اور بات بہت ڈرتے ڈرتے کہہ رہا ہوں کہ اللہ کے رسولوں کے ساتھ جو گستاخیاں ہوئیں کہ کسی کو خدا کا بیٹا بنادیا گیا' کسی کو کچھ اور بنادیا گیا' کیا ہم محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہی کچھ نہیں کر رہے؟ "سرورِ دو عالم" اور "شہنشاہِ دو عالم" کے کیا معنی ہیں؟ یہ شان تو صرف اللہ کی ہے۔ قرآن تو کہتا ہے ﴿ وَلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴾ اور ﴿ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ ﴾ یعنی اللہ کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں مَیں تو بندہ ہوں' غلام ہوں' غلاموں کی طرح اکڑوں بیٹھ کر کھانا کھاتا ہوں۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ عبدیت میرے سر کا تاج ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں جہاں بھی آنحضور ﷺ سے خصوصی التفات کا اظہار فرماتا ہے وہاں آپؐ کی عبدیت کو نمایاں کرتا ہے مثلاً : ﴿ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ ﴾ (بنی اسرائیل : ۱) ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ ﴾ (الکہف : ۱) ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ ﴾ (الفرقان : ۱) اور ہم نے حضور ﷺ کو کیا بنادیا ہے؟ یہ غور کرنے کی باتیں ہیں۔ حضور ﷺ کا اپنا عالم تو یہ تھا کہ آپؐ دُعا مانگا کرتے تھے : ((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ)) "اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں' میرا باپ بھی تیرا ادنیٰ غلام تھا اور میری ماں بھی تیری ادنیٰ کنیز' ادنیٰ لونڈی تھی"۔ ((فِیْ قَبْضَتِكَ)) "میرا پورا وجود تیرے قبضہ قدرت میں ہے"۔ ((نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ)) "میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے" ((مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ)) "میرے وجود میں تیرا حکم جاری و ساری ہے" ((عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُكَ)) "میرے بارے میں جو فیصلہ تو کرے گا وہ عدل ہو گا"۔ حضور ﷺ کے ہاں عبدیت و عجز کا یہ عالم ہے۔ قرآن میں آتا ہے ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾ "بادشاہی اللہ کے سوا کسی کی نہیں"۔ داؤد علیہ السلام بھی خلیفہ تھے۔ جب ریاستی شکل بن گئی تو محمدؐ رسول اللہ ﷺ بھی خلیفہ تھے۔ یعنی آپؐ اللہ کے خلیفہ تھے' اللہ کے بندے تھے' اللہ کے رسول تھے۔ کلمہ شہادت میں بھی آپؐ کی عبدیت کا اقرار ہے "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"۔ یہ تو ایک لفظ ہے "سرورِ دو عالم" جس کی طرف شاید کسی کا خیال بھی نہ گیا ہو' لیکن واقعہ یہ

ہے کہ ہم نے کسی گمراہی کو چھوڑا نہیں۔

اسی طرح کفار کا ذکر ہو تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تو پچھلوں کی باتیں ہیں۔ یہ ابو جہل کا مسئلہ ہے' یہ ابو لہب کا تذکرہ ہے' اس کا ہم سے کیا سرو کار۔ حالانکہ ہمیں ان کے کفر اور طرزِ عمل سے بچانے کے لئے ان کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔

مدنی قرآن سے ہمارے حجابات

__پہلا حجاب :__

اب مدنی قرآن کی طرف آیئے' اس میں نفاق کے بارے میں کتنی مفصّل بحثیں ہیں۔ لیکن کیا کبھی آپ نے سوچا کہ مجھ سے اس بحث کا کیا تعلق ہے' جبکہ ان بحثوں پر پوری پوری سورتیں (منافقون' توبہ اور نساء) موجود ہیں۔ سورۂ توبہ اور سورۂ نساء میں تو نفاق کی طویل ترین بحثیں آئی ہیں۔ لیکن ہم تو بزعمِ خود مؤمن ہیں' اس لئے یہ ہم سے متعلق نہیں ہیں۔ جبکہ نفاق وہ روگ اور وہ بیماری ہے جس سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے ((مَا خَافَهٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّمَا اَمِنَهٗ اِلَّا مُنَافِقٌ)) یعنی نفاق کا صرف مؤمن اندیشہ رکھتا ہے کہ کہیں میں منافق تو نہیں ہو گیا اور صرف منافق ہی اس سے اپنے آپ کو محفوظ و مامون سمجھتا ہے کہ نفاق کا مجھ سے کیا سرو کار؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا' جس راستے سے عمر چلتا ہے شیطان اس راستے سے کنی کترا جاتا ہے۔ مزید فرمایا کہ ہر نبی کی اُمّت میں محدّثین ہوتے ہیں جن سے اللہ کلام کرتا ہے اور میری امت کا محدث عمر ہے' اُن کا یہ حال ہے کہ ایک بار حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' جنہیں حضور ﷺ نے منافقین کے نام بتا دیئے تھے' سے کہتے ہیں کہ "اے حذیفہؓ! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کہیں میرا نام تو منافقوں کی فہرست میں نہیں ہے"۔ ظاہر بات ہے نفاق کی بحثیں تو وہ شخص پڑھے گا کہ جو اس سے بچنا چاہے گا اور جانے گا کہ یہ مجھ سے متعلق ہیں' اس لئے میں اس کا ایک ایک لفظ پڑھوں' اپنے اندر جھانکوں' اپنا جائزہ لوں۔ مجھے یہ شعر بہت عمدہ لگتا ہے ؎

جانِ جملہ علم ہا این ست و ایں
تا بہ دانی من کیم در یومِ دیں

یعنی پورے علم کا خلاصہ اور جان یہ معلوم ہو جانا ہے کہ قیامت کے دن میں کہاں کھڑا ہوں گا' مومنین صادقین کی صف میں یا منافقین کی صف میں۔ پل صراط پر اوندھا پڑا ہوں گا یا کہ سلامتی سے نکل جاؤں گا۔

دوسرا حجاب :

اسی طرح جہاد اور قتال کو فرضِ کفایہ سمجھتے ہوئے ہم ان بحثوں سے لاتعلق ہو جاتے ہیں کہ یہ فرضِ عین تو نہیں ہے۔ بس بات ختم ہوئی۔ چنانچہ قتال کے واقعات تو ہمارے نزدیک غزوۂ بدر' غزوۂ اُحد اور غزوۂ احزاب کی تاریخ کی حیثیت رکھتے ہیں' جن سے ہمارا کوئی عملی تعلق نہیں۔ نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ فرض ہے' جہاد تو ہم پر فرض نہیں ہے۔ اس لئے یہ ساری بحثیں ہم سے غیر متعلق ہو گئیں۔ بس پڑھو اور ثواب لے لو۔

تیسرا حجاب :

چونکہ اسلامی ریاست قائم نہیں ہے للذا شریعت کے اجتماعی احکام بھی ہم سے غیر متعلق ہو گئے' کیونکہ انفرادی حیثیت سے ان پر عمل کا کوئی سوال ہی نہیں۔ میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹ سکتا' میں زانی کو سنگسار نہیں کر سکتا۔ للذا یہ حصہ بھی ہم سے غیر متعلق ٹھہرا اور ہماری چھٹی ہو گئی کہ ہم سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ یہ ساری چیزیں ہمارے اور قرآن کے مابین حجاب بن گئی ہیں۔ مدنی قرآن میں سے صرف عبادات' نماز' طہارت' وضو' تیمم اور روزے کا ہم سے تعلق ہے۔ چنانچہ پورے مکی قرآن میں سے صرف اخلاقی تعلیمات اور پورے مدنی قرآن میں سے عبادات' یہ دو چیزیں ہیں جن کو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے متعلق ہیں' باقی مباحث کے بارے میں اگرچہ ہم زبان سے نہیں کہتے کہ یہ اساطیرالاولین ہیں' لیکن ہمارا طرزِ عمل ظاہر کرتا ہے کہ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ پچھلوں کی کہانیاں اور قصے ہیں' سابقہ اقوام کی تاریخ ہے' نوح علیہ السلام سے لے کر موسیٰ علیہ السلام تک کے حالات ہیں جو کہ بار بار بیان ہو رہے ہیں' ان کا ہم سے کیا تعلق؟ جب یہ حجابات ہمارے اور قرآن کے مابین ہوں گے تو قرآن کی تاثیر کیسے ہو گی؟ جو سمجھتے ہی نہیں ان کو چھوڑیئے' اہلِ عجم کا معاملہ الگ ہے' میں تو عربوں کی بات کر رہا ہوں کہ ان حجابات میں وہ بھی مبتلا ہیں۔

چوتھا حجاب :

یہ وہ حجاب ہے جو اہلِ علم لوگوں کی کوتاہی کے باعث پیدا ہوا ہے۔ اقبال نے اسے "عذابِ دانشِ حاضر" قرار دیا ہے ؎

عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں مَیں
کہ میں اِس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیل

اقبال کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۰ء تک جدید فلسفہ پڑھا ہے' جدید تہذیب اور جدید افکار و نظریات کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ یہ عذابِ دانشِ حاضر ہے۔ اس عذاب دانش حاضر کا اثر پورے عالم اسلام میں اتنا گہرا ہے کہ عالم اسلام کے بڑے بڑے ذہین لوگ(The intelligentsia of the Muslim World)اس عذاب میں مبتلا ہیں اور کہیں اس کا توڑ نہیں کیا جا رہا۔ فتویٰ دے دینا' کہ فلاں شے حرام ہے' اور بات ہے' لیکن فکری سطح پر اس کا توڑ کرنا اور دلیل سے اس کو رد کرنا بہت ضروری ہے۔ یہ کام امت کے اہل علم کا ہے جو کبھی ابن تیمیہ اور غزالی رحمہما اللہ نے کیا تھا۔ اُس وقت یونان کا فلسفہ و فکر اور تصوف اسلام کے لئے چیلنج بن کر آیا تھا اور ان ساری چیزوں کا حملہ اُس وقت بھی عالم اسلام پر ہوا تھا۔ لیکن یہ دو عظیم شخصیات اٹھیں اور انہوں نے اس کا جادو تار تار کر کے رکھ دیا کہ اس میں کچھ نہیں رکھا' یہ محض سراب ہے۔ ابن تیمیہؒ نے "الرّد علی المنطقیین" کے ذریعے "لوہا لوہے کو کاٹتا ہے" کے مصداق ان کی Logic رد کر کے دکھادی کہ یہ منطق خود اپنے اصولوں سے ختم ہوتی ہے۔ امام غزالیؒ نے "تھافۃ الفلاسفۃ" کے ذریعے واضح کر دیا کہ یہ سب فلسفے بے بنیاد ہیں۔ موجودہ دور میں سوائے علامہ اقبال کی شخصیت کے کسی نے اس فکری حملے کا مقابلے کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اعلیٰ علمی و فکری سطح پر یہ اُمتِ مسلمہ کی بہت بڑی کوتاہی ہے۔ حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ دانش حاضر پر کاری ضرب لگائی جائے۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر وہ چیزیں جو قرآن کی حقانیت کا ثبوت ہیں' ان کو بھی ہم نے ایک طرف رکھ دیا کہ ان سے ہمارا کوئی سروکار ہی نہیں۔ یہ سائنسی انکشافات دراصل قرآن کی حقانیت کا ثبوت ہیں۔ سورۂ حٰمٓ السّجدۃ میں فرمایا گیا﴿ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ﴾ "ہم ان کو اس کائنات میں اور

خود ان کے اپنے وجود میں نشانیاں دکھاتے چلے جائیں گے (اور ہماری نشانیاں ان پر منکشف ہوتی جائیں گی) یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہ قرآن حق ہے"۔ ایک سے ایک بڑھ کر سائنس کے انکشافات ہوں گے' جو ثابت کریں گے کہ یہ قرآن حق ہے۔ قرآن نے یہ بات چودہ سو برس پہلے کہی ہے' لیکن ہمارے علماء نے سائنس کا دروازہ اپنے لئے بند کر رکھا ہے اور خود کو "قَالَ اللّٰهُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ" تک محدود کرلیا ہے۔ بلکہ قرآن بھی نہیں' ان کے نزدیک اصل چیز فقہ ہے' کیونکہ اس سے فتوے دینے ہوتے ہیں۔ حدیث میں بھی زیادہ ذوق و شوق اہلحدیث کا ہے ورنہ حنفی کیلئے تو فقہ کافی ہے اور اہلحدیث کیلئے حدیث بہت کافی ہے۔ قرآن کہیں بھی نہیں' نہ اِن کے ہاں نہ اُن کے ہاں۔ سائنس کے حوالے سے ان کے ہاں اس قدر جمود طاری ہے کہ ابھی تک زمین کے ساکن ہونے اور سورج کے زمین کے گرد گھومنے کے نظریات پر قائم ہیں۔ حالانکہ اس ضمن میں صحیح رخ یہ ہے' جس میں اللہ نے مجھے انشراح عطا فرمایا ہے' کہ جہاں تک دین کا عملی پہلو ہے اس میں پیچھے اسلاف کی طرف جائیں۔ پیچھے ائمہ مجتہدین تک' مزید پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک اور مزید پیچھے اپنے آپ کو رسول اللہ ؐ کے قدموں میں ڈال دیں۔ دین کے عملی پہلو میں آپ کو آگے نہیں جانا' زمانے کے ساتھ نہیں جانا۔ کیونکہ عملی اعتبار سے دین محمدؐ رسول اللہؐ پر کامل ہو گیا۔ عمل میں آنحضور ﷺ سے جو ثابت ہو وہ سر آنکھوں پر ع

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

حلال' حرام' واجب' فرض' شریعت کے احکامِ دین کا عملی پہلو ہے' ان کے لئے پیچھے جاؤ ع "دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تُو!" البتہ حکمت' سائنس' تجرباتی علوم میں آگے سے آگے جانا چاہئے۔ قربان جایئے اللہ کے رسول ﷺ پر کہ "تابیرِ نخل" کے معاملے میں کس قدر سادگی سے ایسا اصول بتا دیا۔ حضور ﷺ چونکہ مکّے میں رہتے تھے' وہاں زراعت تھی ہی نہیں' لہٰذا زراعت سے آپ کو کوئی دلچسپی تھی نہ اس کے اصولوں سے کوئی واقفیت تھی۔ مدینے کے لوگ زراعت پیشہ تھے' انہیں اپنے تجربے سے معلوم تھا کہ کھجور کے نر اور مادہ پھول علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں' انہیں قریب لے آیا جائے تو پھر Fertilization زیادہ ہوتی ہے' لہٰذا پھل زیادہ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے آکر دیکھا تو فرمایا یہ تم لوگ کیا کرتے ہو' فطرت اپنی نگہداشت خود کر سکتی ہے' تم قدرت کے معاملات

میں مداخلت نہ کرو تو کیا ہے۔ آپؐ نے رد کا بھی نہیں بلکہ کہا کہ "تم یہ نہ کرو تو کیا ہے"۔ صحابہ ؓ کے لئے آپ کا یہ کہنا بھی حکم کے درجے میں تھا۔ چنانچہ انہوں نے یہ عمل نہیں کیا' لیکن اس سال فصل کم ہو گئی۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضور آپ نے فرمایا تھا نہ کریں تو کیا ہے' ہم نے تابیر نخل نہ کی' لیکن اس سے فصل کم ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو میں تمہیں یہ چیزیں سکھانے نہیں آیا ((اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ)) دنیاوی معاملات تم مجھ سے بہتر جانتے ہو' اس لئے یہ عمل کرتے رہو۔ یہ کتنا بڑا اصول ہے۔ اسی طرح ہمارے سائنسی علوم تجرباتی علوم ہیں۔ قرآن سائنس پڑھانے نہیں آیا۔ یہ تو انسان کے لئے راہ ہدایت لے کر آیا ہے۔ لیکن اس میں کچھ ایسے حقائق بھی بیان ہوئے ہیں کہ سائنس کے میدان میں جب کسی حقیقت کی طرف انسان کی رسائی ہوتی ہے اور وہ بات قرآن میں بھی آئی ہو تو اس سے قرآن کی حقانیت مبرہن ہو جاتی ہے۔ قرآن ایمبریالوجی' زوآلوجی' باٹنی' اسٹرونومی پڑھانے نہیں آیا۔ صرف آیاتِ الٰہیہ کے اندر ان کے حوالہ جات ہیں اور وہ اگر سائنس کے حوالے سے ثابت ہو جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ قرآن مجید کی حقانیت کا ایک ثبوت ہیں' جیسا کہ خود قرآن نے دعویٰ کیا ہے : ﴿ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ﴾ ہم انہیں اپنی آیات دکھائیں گے آفاق میں بھی اور انفس میں بھی۔ بڑی سے بڑی آیتیں ظاہر ہوتی جائیں گی' نئی سے نئی نشانیاں سامنے آئیں گی' جس سے یہ بات مبرہن سے مبرہن ہوتی چلی جائے گی کہ یہ قرآن مجید حق ہے۔ اسی deficiency کے باعث ایک پڑھا لکھا آدمی جب قرآن پڑھتا یا سنتا ہے' اور قرآن مجید کی جو تشریح عام علماء بیان کرتے ہیں اس کے درمیان اتنا Gap محسوس کرتا ہے کہ قرآن اس پر اثر ہی نہیں کرتا۔

راہِ عمل

یہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے ہم اس وقت قرآن مجید کی تاثیر سے محجوب ہو کر رہ گئے ہیں ـــــ اور اب جبکہ بیماری کا پتہ چل گیا ہے تو ان حجابات سے نکلنے کے لئے ہمیں عمل کی شاہراہ پر آنا ہو گا۔ اس کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے ایمان کی حقیقت کو سمجھیں کہ ہم جس ایمان کے حامل ہیں اس کی حیثیت صرف موروثی عقیدے کی ہے اور یہ ایمان صرف ایمان باللسان ہے' جیسے سورۃ الحجرات میں ہے : ﴿ قَالَتِ

الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا ﴾ جبکہ ایمانِ مطلوب تو تصدیق بالقلب والا ایمان ہے۔ یہ ایمان کہاں سے ملے گا؟ یہ صرف اور صرف قرآن سے ملے گا۔ لہٰذا قرآن مجید کے ان حصوں کو پڑھنا ہو گا' ان پر غور کرنا ہو گا' انہیں اچھی طرح گہرائی میں سمجھنا ہو گا۔ ان مقامات پر اپنے ہائی پاور لینز فوکس کرنے ہوں گے جہاں ایمان سے متعلق مباحث آئے ہیں۔

اسی طرح ہم شرک سے بچے ہوئے نہیں ہیں۔ سورۂ یوسف کی آیت ۱۰۶ کے الفاظ ہیں ﴿ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴾ "ان کی اکثریت اللہ پر ایمان نہیں رکھتی مگر کسی نہ کسی نوع کے شرک کے ساتھ"۔ شرک سے تو بچا تھا اللہ کا بندہ ابراہیم علیہ السلام کہ قرآن میں سب سے بڑی سند اسے یہ دی جاتی ہے ﴿ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ کیونکہ شرک سے بچنا آسان کام نہیں ہے۔ لہٰذا شرک کے مباحث پر غور و فکر کے ذریعے قدم قدم پر شرک سے بچنے کے لیے اللہ سے توفیق طلب کی جائے۔

قرآن کی دعوت

اب چونکہ عمل کی راہ ہموار ہو چکی ہے اس لیے مختصر الفاظ میں قرآن کی دعوت سامنے رکھ رہا ہوں' تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ تاہم آج میں ایک اور ترتیب سے بات آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ اس لئے کہ ع "اِک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں" کے مصداق بے شک بات ایک ہی ہو لیکن ذرا ترتیب بدلے تو یہ اسلوب قرآن سے مطابقت رکھتا ہے۔ سب سے پہلے دیکھتے ہیں کہ قرآن کی پوری دعوت کو اگر ایک لفظ میں بیان کرنا ہو تو وہ کیا ہے؟ وہ ہے "عبادتِ رب"۔ چنانچہ فرمایا : ﴿ اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ ﴾ "اپنے رب کی بندگی کرو"۔ ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ "اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی بندگی کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔" رسولوں نے کہا ﴿ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ "یہ کہ اللہ کی بندگی کرو' تمہارا کوئی معبود اس کے سوا نہیں"۔ لیکن اس عبادت کے لیے شرط ہے ﴿ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ کہ اس کے لئے اپنی اطاعت کو خالص کر لو' ورنہ وہ عبادت اللہ کے ہاں منظور نہیں' قبول نہیں۔ اس بندگی کا جوہر دُعا ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے ((اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ)) اور ((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) یہ دُعا بھی ﴿ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾

ہو تو بندگی ہے۔

اب اگر کوئی شخص ایسی جگہ رہتا ہے جہاں اللہ کا دین غالب ہے تو اس کی عبادت (اللہ کی بندگی) سو فیصد ہو سکتی ہے' اجتماعی زندگی میں بھی اور انفرادی زندگی میں بھی ـــــ لیکن اگر طاغوت غالب ہے اور غیر اسلامی نظام قائم ہے' تو اب ﴿ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ کا تقاضا پورا کرنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ یہ جو انفرادی زندگی میں جزوی عبادت کر رہا ہے اور باقی اجتماعی معاملات میں بندگی رب نہیں کر رہا' اس کا کفارہ ادا کرے اور اس نظام کو بدلنے کے لئے تن من دھن وقف کر دے۔ اگر یہ کریں گے تو عبادت قبول ہوگی ورنہ نہیں۔ گویا ایک لفظ "عبادت" کے اندر پورے قرآن کی دعوت موجود ہے جس کی وضاحت قرآن میں یوں آئی ہے ﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ ﴾ (البینۃ : ۵) یعنی اپنی عبادت اور پرستش کو جب اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے کرو گے تب اگر نماز پڑھو گے اور زکوٰۃ دو گے تو وہ قبول ہوگی ورنہ نہیں۔ گویا شرطِ اول یہ ہے۔

اب ایک اور انداز سے دیکھتے ہیں کہ کیا قرآن کی دعوت دو الفاظ میں بھی آئی ہے؟ سورۃ الحدید میں آتا ہے ﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ﴾ (آیت ۷) یہاں دو الفاظ آئے ہیں "اٰمِنُوْا وَاَنْفِقُوْا" کہ "ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور کھپا دو' صرف کر دو جو کچھ بھی ہم نے تمہیں دیا ہے" یعنی تمہارا جسم' تمہاری طاقت' ذہانت' صلاحیت' قوت' وقت' سب اللہ کے لئے کھپا دو۔ یا قرآن میں دو لفظ اور آتے ہیں "اٰمِنُوْا" اور "جَاهِدُوْا"۔ کُل دین ان دو الفاظ میں آ گیا ہے۔ فرمایا : ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ﴾ (الحجرات : ۱۵) "مومن تو بس وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر' پھر شک میں نہ پڑے اور انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا"۔ سورۃ الصف میں فرمایا ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ﴾ "اے ایمان والو! کیا میں بتاؤں تم کو وہ تجارت جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا دے؟ تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی

جانوں سے "۔ یہاں جہاد سے مراد بھی اپنی جان اور مال کھپا دینا ہے۔ اس طرح "ایمان اور جہاد" ـــــ اور ـــــ "ایمان اور انفاق" دو دو الفاظ میں کل دعوت آ گئی ہے۔

اس سے آگے چلئے' چار چار الفاظ میں بھی دعوت دی گئی۔ سب سے پہلے سورۃ العصر کو لیجئے : ﴿ وَالْعَصْرِ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ○ ﴾ "زمانے کی قسم ہے' تمام انسان گھاٹے اور خسارے میں ہیں' سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور حق کی ایک دوسرے کو وصیت کی اور صبر کی ایک دوسرے کو وصیت کی"۔ سورۃ الحج کے آخر میں آیا ہے : ﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ○ ﴾ "اے اہل ایمان رکوع کرو' سجدہ کرو' اچھے کام کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو تاکہ تم فلاح پاؤ"۔ سورۃ الاعراف میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں آیا : ﴿ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ "جو لوگ آپؐ پر ایمان لائیں گے' آپؐ کا احترام اور تعظیم کریں گے' آپؐ کی مدد کریں گے اور جو نور آپؐ کے ساتھ نازل کیا جائے گا اس کی پیروی کریں گے' وہ ہوں گے فلاح پانے والے"۔ سورۂ آل عمران کی آخری آیت ہے : ﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ○ ﴾ "اے اہلِ ایمان صبر کرو اور صبر میں (تمہارے دشمن جن سے تمہارا مقابلہ ہے ان سے) بازی لے جاؤ' (وہ بھی صبر کر رہے ہیں اپنے معبودانِ باطل کے لئے' اپنے نظامِ باطل کے لئے' اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے' تم ان سے صبر میں بڑھ جاؤ) اور منظم جماعت کی شکل میں مربوط رہو' جڑے رہو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم فلاح پاؤ"۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں لمبی لمبی بحثیں بھی آئی ہیں' مثلاً سورۃ التغابن' سورۃ الحدید' سورۃ الصّف' سورۃ الحجرات اور سورۃ الحج کے آخری حصے میں قرآن کی دعوت کھول کر بیان کر دی گئی ہے تاکہ کوئی کہہ نہ سکے کہ بات واضح نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ﴿ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ﴾ "ہم نے اس قرآن میں کوئی کمی نہیں رکھی ہے" کہ جس سے تم کہہ سکو کہ بات واضح نہیں ہے۔ اب جبکہ ہر شے واضح ہو گئی ہے تو ﴿ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۢ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ﴾ کے مصداق قرآن کے بعد ہم کس بات پر ایمان

لائیں گے؟ آخر ہمیں کس چیز کا انتظار ہے؟ قرآن کی آیات ہمیں پکار پکار کر مخاطب کر رہی ہیں : ﴿ اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ﴾ (الحدید : ١٦) "کیا ابھی وقت نہیں آیا اہل ایمان کے لئے کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد میں اور جو کچھ حق میں سے نازل ہو چکا ہے اس کے سامنے"۔ یہ تاخیر' یہ تعویق کس لئے۔ پہلے یہ کر لیں' وہ کر لیں' اس کے بعد سوچیں گے' یہ میں ذرا اس ذمہ داری سے فارغ ہو لوں۔ ؎ "کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد" دنیا کا کام تو کبھی ختم ہوتا ہی نہیں اور جب آدمی دنیا سے چلا جاتا ہے تو دنیا میں کوئی کمی نہیں آتی' حالانکہ آدمی سمجھتا ہے کہ میرے بغیر تو یہ کام چل ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ چلا جاتا ہے اور کام چلتا رہتا ہے۔ ؎

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے!

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رَبِّ العالمین OO

خلافت کی اصل حقیقت اور اس کا تاریخی پس منظر
اور عہد حاضر میں اس کے دستوری و قانونی اور معاشی و معاشرتی ڈھانچے اور اس کے
قیام کے لئے سیرت نبویؐ سے ماخوذ طریق کار کی تشریح پر مشتمل

ڈاکٹر اسرار احمد

داعی تحریک خلافت پاکستان
کے چار جامع خطبات کا مجموعہ' بعنوان :

خطبات خلافت

شائع کردہ : مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور